ڈاکٹر سید عون ساجد نقوی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، وفاقی اردو یونی ورسٹی، اسلام آباد

محمد عمران
لیکچرر، گورنمنٹ کالج، میر پور، آزاد کشمیر

نفسیاتی تحریک کے تناظر میں میرا جی کا مطالعہ

Dr. Syed Aoun Sajid Naqvi
Assistant Professor, Urdu department Federal Urdu University, Islamabad
Muhammad imran
Lecturer (Urdu) Govt College, Mirpur, Azad Kashmir

Psycho Analytical study of Mira Gee

The Psychological views of Freud and Alfred Adler put a direct impact on the world literature. These psychological ideas became the basic stimulus for a literary movement. Meera G is one of the earliest poets in Urdu who included the element of sex in his poems as a basic tool under the influence of Freud's theories of psychology. So, this research is conducted to determine the impact of psychology based literary movement on Meera G's work.

Keywords: *Psychological movement, Trend and movement, Unconscious, Psychoanalysis, Free association, Idd, Ego, Super Ego, Flashback technique, Stream of consciousness.*

کائنات کے نظام اور مظاہر قدرت پہ غور کرنے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اس کائنات کا سارا نظام۔"تغیّر" کے اصول پر چل رہا ہے۔ایٹم کے چھوٹے سے ذرے سے لے کر بے کنار کہکشاوں تک بظاہر ساکت و جامد نظر آنے والے مظاہر قدرت بھی اپنے اندر تغیّر و تبدّل کی زبردست قوت چھپائے ہوئے ہیں۔بقول اقبالؔ:

فریب نظر ہے سکون و ثبات ؎

تڑپتا ہے ہر ذرۂ کائنات

زندگی بجائے خود تغیّر ہی کا دوسرا نام ہے اور اس کائناتی اصول کا سب سے بڑا مظہر انسان ہے جو ایک

حالت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ خوب سے خوب تر کی تلاش صرف انسان کا فکری معاملہ ہی نہیں بلکہ اب تو سائنس نے انسان کی ساخت میں اُن بافتوں کی نشان دہی بھی کر دی ہے جو اُسے مائل بہ تغیّر رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان یکسانیت سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے۔ تبدیلی اچھی ہو یا بُری، انسان کی فطری تسکین کا باعث ہوتی ہے۔ انسان کے اندر تبدیلی کی یہ فطری خواہش جب کسی معاشرے میں انفرادی سے اجتماعی سے اجتماعی سطح پر اپنے خد و خال واضح کرنے لگتی ہے تو یہ ایک رُجحان کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ رُجحان کسی معاشرے یا اجتماعیت میں تبدیلی کی ایسی بے سمت اور بے منزل خواہش ہے جو کسی منزل کے تقرر یا منظم راہ عمل کے تعین پر ایک تحریک کا رُوپ دھار لیتی ہے۔ بقول ڈاکٹر انور سدید:

> ”کسی مخصوص رُجحان کا جادو جب معاشرے کے ایک وسیع طبقے کو اپنی گرفت میں لینے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو پھر ایک تحریک مرتّب ہونے لگتی ہے۔۔۔۔رُجحان زیادہ تر بے نام و بے صورت ہوتا ہے مگر تحریک واضح خد و خال میں خود کو منکشف کرتی ہے۔“[۱]

تحریک کے سوتے چوں کہ تبدیلی کی فطری خواہش سے پھوٹتے ہیں اس لیے ہر تحریک فکر و نظر کے اعتبار سے نئے خیالات و افکار کی حامل ہوتی ہے۔ تبدیلی کی خواہش جتنی جاندار ہوتی ہے، تحریک اُسی قدر ہمہ گیر! گویا وہ زندگی کے مختلف پہلوئوں اور شعبہ جات پر اثر انداز ہوتی ہے۔ کسی تحریک کے پھیلائو میں ابلاغ کو بنیادی اور کلیدی اہمیت حاصل ہے جس کا سب سے موثر ذریعہ ادب ہے۔ ادب زندگی کا آئینہ دار ہوتا ہے جو گرد و پیش کے رُجحانات و تحاریک سے بالواسطہ یا بلاواسطہ اثر کشید کرتا ہے۔

جس طرح سماج میں تبدیلی کی منظم اور متعین اہداف کی حامل خواہش ایک سماجی تحریک کے طور پر سامنے آتی ہے، اسی طرح ادب میں بھی قدیم اور فرسودہ خیالات کے بالمقابل تبدیلی کی خواہش ادیب کی شخصیت میں موجود ہوتی ہے اگر یہ خواہش واضح لائحہ عمل اور منظم شکل میں سامنے نہ آسکے تو یہ ادباء میں ایک رُجحان کے طور پر اُبھرتی ہے اور اگر اس رُجحان میں قوت موجود ہو تو وہ ادباء کے ایک وسیع حلقے کو متاثر کر کے ایک ادبی تحریک کے طور پر سامنے آتا ہے۔

اُردو زبان و ادب کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو ابتداء سے اب تک یہ ادب بھی اپنے ارتقائی سفر میں مختلف منازل پر مختلف تحریکوں میں تقسیم نظر آتا ہے۔ ان میں سے زیادہ تر تحاریک کے سوتے اپنے ما قبل کے رد عمل یا بغاوت سے پھوٹتے ہیں۔ تاہم چند ایک تحاریک ایسی ہیں جو علمی سطح پر ہونے والی علمی و تحقیقی ہلچل کا نتیجہ نظر

آتی ہیں۔ایسی تحریکات کے لیے بنیادی محرک در حقیقت کوئی ایسی شخصیت ہوتی ہے جو اپنے ارد گرد یا اپنے سے قبل موجود علمی ارتقاء کی بکھری ہوئی کڑیوں کو باہم مربوط اور منظم کر کے ایک ایسی دریافت کے طور پر پیش کرتی ہے جو تاریخ کے دھارے میں ایک نئی لہر کے طور پر سامنے آتی ہے اور یہ لہر اپنے تلاطم سے ماحول میں زبردست تحرک پیدا کر کے ایک انقلاب کا باعث بنتی ہے۔اُنیسویں صدی کے آخر نصف میں ایسی ہی ایک شخصیت آسٹریا کے مشہور نفسیات دان سگمنڈ فرائڈ کی ہے۔ جس نے لاشعور کی سائنسی بنیادوں پر دریافت اور اس میں دبی ناآسودہ خواہشات کی تحلیل کے نظریات سے زندگی کے دیگر شعبوں کے ساتھ ساتھ ادب میں بھی زبردست تحرک پیدا کیا۔

فرائڈ کا شمار دنیا کی اُن چند شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنے خیالات و نظریات سے زندگی کے دریا میں ایک ہمہ پہلو تلاطم برپا کر دیا۔فرائڈ کا نام لوگوں کے ذہنوں میں متضاد ردعمل پیدا کرتا ہے۔کچھ لوگ اس کے نظریات کی بناء پر اسے انتہائی اعلیٰ دماغ تصور کرتے ہیں اور اکثر کے نزدیک اس نے ہر چیز کو جنس کی عینک سے دیکھ کر جنسی نظریات کا ابلاغ اور جنس پرستی کو فروغ دیا۔اسے فرائڈ سے متعلق دو انتہائیں قرار دیا جائے یا کچھ اور، تاہم اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اس کے نظریات آج بھی انسانی ذہن کو اپنی گرفت میں لے کر اس کی غیر معمولی حیثیت کا احساس دلاتے ہیں۔

یہ نابغہ نفسیات دان ۶ مئی ۱۸۵۶ء کو آسٹروی سلطنت میں موراویا (Moravia) کے قصبے فری برگ (Freiberg) میں پیدا ہوا۔یہ قصبہ ۹۵ فیصد رومن کیتھولک، ۳ فیصد پروٹسٹنٹ، اور لگ بھگ دو فیصد یہودیوں پر مشتمل تھا۔[۲]

فرائڈ کا تعلق ایک یہودی خاندان سے تھا۔فرائڈ نے ویانا یونیورسٹی سے میڈیکل ڈاکٹر کی حیثیت سے اپنے سفر کا آغاز کیا تاہم اس کی دل چسپی اعصابی امراض کے علاج میں تھی چناں چہ اس نے اسی میدان میں تحقیق کا فیصلہ کیا۔اس تحقیق کے دوران مختلف ارتقائی مدارج سے گزرتے ہوئے اس نے انسانی ذہن کے اندر ایک پوری نئی دنیا کو کھوج نکالا جسے اس نے لاشعور (Unconscious) کا نام دیا۔

لاشعور کی دریافت فرائڈ کا وہ کارنامہ ہے جس نے نہ صرف اُس کے تحقیقی سفر کو مہمیز کیا بلکہ زندگی کے ہر پہلو میں ایک ہلچل مچادی۔لاشعور کا تصور فرائڈ کے تمام نظریات میں مرکزی حیثیت کا حامل ہے۔یقیناً فرائڈ ہی وہ پہلا شخص نہیں تھا جس نے سب سے پہلے لاشعور کی موجودگی کا احساس کیا بلکہ فرائڈ کے کئی پیش رو اس انجانی حقیقت کا کسی نہ کسی طور ادراک رکھتے تھے۔فرائڈ نے خود بھی یہ اعتراف کیا ہے کہ شاعر اور مفکر بہت پہلے سے

انسانی ذہن کے اس نہاں خانے کا احساس رکھتے تھے۔ تاہم فرائڈ نے اسے ایک باقاعدہ اور مربوط صورت میں سب سے پہلے دنیا کے سامنے آشکار کیا ہے۔ بقول ڈاکٹر چوہدری عبدالقادر:

> ”یہ صحیح ہے کہ فرائڈ کے کئی پیشرئوں نے جس میں افلاطون،لائبنز، شوپنہار، س پائنوزا،مارئیمس، فیچنر، نٹشے اور ٹیلر جیسی مقتدر ہستیوں کا شمار ہے، اس حقیقت کو تسلیم کر رکھا تھا لیکن جس سائنسی انداز سے فرائڈ اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے اور جس طریقے سے وہ لاشعور کو مرکزی خیثیت دیتا ہے اس نے نہ صرف علمی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا بلکہ مذہب، اخلاق اور آرٹ کی جڑیں بھی ہلا دیں۔“[۳]

لاشعور کو عام طور پر ایک سمندری برفانی پہاڑ(Ice Berg) کی مثال سے سمجھایا جاتا ہے۔ جس طرح سمندر میں موجود ایسے برفانی پہاڑ کی صرف چوٹی ہمیں دکھائی دیتی ہے جب کہ نیچے کا پورا پہاڑ ہماری نظروں سے اوجھل تو رہتا ہے مگر وہ موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح انسانی ذہن میں بھی شعور کی حیثیت اسی Iceberg کی tip جیسی ہے۔ جب کہ اس کے پیچھے ذہن کے سمندر میں ایک پورا پہاڑ موجود ہوتا ہے جسے فرائڈ لاشعور کا نام دیتا ہے۔

لاشعور کو ہم ایک چھوٹی سی مثال کی مدد سے یوں واضح کر سکتے ہیں کہ ہم اکثر اوقات باتیں بھول جاتے ہیں اور پھر وہ کچھ مدت بعد ہمیں یاد بھی آ جاتی ہیں۔ کچھ زیادہ ذہنی مشقت سے اور کچھ نسبتاً آسانی سے لیکن جب وہ باتیں ہمارے شعور میں موجود نہیں ہوتیں تو آخر وہ کہاں ہوتی ہیں؟ کیا وہ بالکل ختم یا معدوم ہو جاتی ہیں؟ لیکن اگر ایسا ہے تو پھر وہ ہمیں اچانک یاد کیوں آ جاتی ہیں؟ فرائڈ اس کو یوں واضح کرتا ہے کہ جو خیالات شعور میں موجود نہیں ہوتے وہ مخفی خیالات لاشعور کا حصہ ہوتے ہیں۔ اس کے بقول لاشعوری خیال وہ خیال ہوتا ہے جس کا ادراک ہم نہیں کر رہے ہوتے لیکن جس کا وجود ہمیں دوسری کئی وجوہات کی بناء پر تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ سبھی لاشعوری خیالات ایک نوعیت کے نہیں ہوتے۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جو ذرا سی کوشش سے شعور میں آ جاتے ہیں۔ انہیں قبل شعوری یا (Pre-Conscious) کہا جاتا ہے اور کچھ ایسے کہ شعور تک نہیں آ سکتے انہیں لاشعوری کہا جاتا ہے۔ لاشعور کے وجود کے اثبات کے لیے فرائڈ چار چیزوں کو بطور دلیل پیش کرتا ہے[۴]

۱۔ خواب

۲۔ لغزشیں (بھول چُوک)

۳۔ عصابنیت

۴۔ مزاح

فرائڈ کے مطابق خواب خواہشات کے ساتھ رُومان ہوتے ہیں۔ گویا ہماری ناآسودہ خواہشات اپنے اظہار کے لیے خوابوں کا سہارا لیتی ہیں۔ لیکن وہ شعوری معقولیت اور اخلاقی معیاروں سے بچ نکلنے کے لیے مختلف بھیس بدل لیتی ہیں۔ یہ ناآسودہ خواہشات خوابوں کی دنیا میں ظہور سے قبل لاشعور کی اتھاہ گہرائیوں میں لاوے کی طرح کھولتی رہتی ہیں۔ فرائڈ نے خوابوں کی لاشعور کے حوالہ سے وضاحت اپنی شہرہ آفاق تصنیف (Interpretation of Dreams) میں خاصی تفصیل سے کی ہے۔ اس کتاب کو علم نفسیات میں وہی مقام حاصل ہے جو علم حیاتیات میں چارلس ڈارون کی کتاب Origin of Species کو! فرائڈ کے مطابق خوابیں اپنے مواد کو چھپانے کے لیے مختلف علامات کا سہارا لیتی ہیں۔ بظاہر جو خواب عام سی کہانی کی صورت میں نظر آتے ہیں وہ گہری معنویت اور لاشعوری اُلجھنوں کی رمزیہ داستان ہوتے ہیں۔

فرائڈ کے نزدیک بھول چُوک کے روزمرہ تجربات اور مشاہدات بھی لاشعوری اُلجھنوں کا پتہ دیتے ہیں۔ مثلاً ہم کئی دفعہ کچھ کہتے ہوئے بھول جاتے ہیں۔ کوئی چیز کہیں رکھ کر بھول جاتے ہیں یا کسی سے ملنے کا وعدہ کر کے بھلا دیتے ہیں۔ بظاہر تو اس کی وجہ محض اتفاق یا کوئی بیماری اور تھکاوٹ دکھائی دیتی ہے لیکن بباطن ایسا نہیں۔ فرائڈ کے مطابق اگر اتفاق کو مان لیا جائے تو سائنسی نظریات کا سارا نظام جو علت و معلول کے تعلق پر قائم ہوتا ہے زمیں بوس ہو جائے گا۔ کیوں کہ سائنس ہر معلول کی کوئی علت ثابت کرتی ہے۔ اگر بغیر کسی علت یا وجہ کے یا محض اتفاق سے کسے مظہر کے ظہور کو مان لیا جائے تو یہ قطعاً سائنسی طریقہ نہیں۔ تھکاوٹ کو بھی اس بھول چُوک کا باعث قرار دینا درست نہیں کیوں کہ بعض اوقات ہم تھکن کے بغیر بھی ان لغزشوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ فرائڈ کے مطابق ان لغزشوں اور بھول چُوک کا باعث پس پردہ رُجحانات کا تصادم ہوتا ہے۔ یہ لغزشیں ہمیں لاشعور کا پتہ دیتی ہیں۔ اگر گہرائی سے ان واقعات کے پس پردہ رُجحانات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ جس چیز کو ہم بھولتے ہیں اُس سے متعلق کوئی منفی خیال یا رُجحان اُسے شعور تک آنے سے روکتا ہے اور یہ مخفی رُجحانات لاشعوری ہوتے ہیں۔ جن باتوں کو ہم بھول جاتے ہیں در حقیقت اُن میں کہیں کوئی ایسا پہلو ضرور ہوتا ہے جسے ہم لاشعوری طور پر پسند نہیں کرتے۔

عصابنیت لاشعور کے اثبات کی ایک اہم شہادت ہے۔ جس کے لیے تحلیل نفسی کا طریق وجود میں لایا گیا۔ تحلیل نفسی کے تجربات شروع میں ہسٹریا اور خلل اعصاب کے مرض پر کیے گئے۔ جن کے خاطر خواہ

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

اور حیرت انگیز نتائج بر آمد ہوئے۔ جنہوں نے جہاں تحلیل نفسی کی اہمیت ثابت کی وہیں لاشعور کی موجودگی کی بھی تصدیق کی۔اس کو ایک مثال سے یوں واضح کیا جا سکتا ہے کہ بعض لوگ اکثر کسی ایسے معمولی سے فعل کو بار بار دہراتے ہیں کہ اپنے لیے وبال جان بنا لیتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کو بار بار ہاتھ دھونے کی عادت ہو۔ فرائڈ کہتا ہے کہ اس قسم کے اعمال و افعال کے پیچھے ایک عصبانی تثبیت (fixation) ہوتی ہے۔ مریض بار بار اسی فعل کو دہراتا رہتاہے اس کے پیچھے در حقیقت ماضی کا کوئی نہ کوئی تجربہ ضرور ہوتا ہے۔اس بیماری کی تشخیص اور علاج اس وقت تک نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ اس تک رسائی کر کے اسے شعور کی حالت میں نہ لایا جائے۔ اس کے لیے وہ تحلیل نفسی سے کام لیتا ہے۔

لاشعور کے اثبات کا چوتھا ثبوت مزاح ہے۔ مزاح بھی ہمارے لاشعور میں چھپی خواہشات کے اظہار کی ایک صورت ہے۔مزاح کے اندر گہری معنویت اور اشارے کنائے لاشعور میں چُھپی خواہشات اور رویّوں کا پتہ دیتے ہیں۔ مزاح کی مدد سے بھی دبی ہوئی خواہشات شعور میں ظہور پا کر تنقیدی معقولیت سے فرار حاصل کرتی ہیں؛اور مزاح نگار کے لاشعوری رُجحانات کو آشکار کرتی ہیں۔اسی بناء پر انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر مزاح فرد یا اجتماع کی سوچ اور رویّوں میں فرق کو ظاہر کرتا ہے۔ جس طرح ایک فرد کا ذوق مزاح دوسرے سے مختلف ہوتا ہے،اسی طرح اجتماعی سطح پر ایک قوم یا قوم کے ایک بڑے حصے کا ذوق مزاح دوسری اقوام سے مختلف ہوتا ہے۔مثال کے طور پر اگر ہم مغربی مزاح کے اسالیب پر غور کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کا مزاح ہمارے ہاں زیادہ سمجھا یا پسند نہیں کیا جاتا یا جیسے پنجابی ذوق مزاح کو پسند کرنے والوں کے لیے اُردو اسالیب مزاح میں زیادہ دل چسپی نہیں پائی جاتی۔ تو گویا مزاح افراد و اقوام کے لاشعوری رویّوں اور رُجحانات کا عکاس ہوتا ہے۔ اسی لیے کسی خاص طبقے یا قوم کے ساتھ ہماری ناپسندیدگی کا اظہار اس کے متعلق مزاح پیدا کر کے یا اس کے خاکے اُڑا کر کیا جاتا ہے۔ جو در حقیقت اس طبقے یا قوم سے متعلق ہمارے لاشعوری رویّوں کو ظاہر کرتا ہے۔

یہ تو تھیں وہ بنیادی علّتیں جو اپنے معلول (لاشعور) کا پتہ دیتی ہیں۔ فرائڈ کے نزدیک شخصیت کی نشو و نما میں لاشعوری محرکات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ان میں کہیں عدم توازن یا کوئی خرابی آ جائے تو شخصیت کسی نہ کسی تثبیت کا شکار ہو جاتی ہے۔

فرائڈ زندگی کے لیے جنس کو محرک قوت تصور کرتا ہے جسے وہ لبیڈو (Libido) کے نام سے ظاہر کرتا ہے۔ فرائڈ اسی توانائی کو تمام افعال انسانی کا سر چشمہ خیال کرتا ہیاور اس کے نزدیک یہ قوت سراسر جنس کا مظہر ہے۔

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

وہ لکھتا ہے:

"The name of Libido is properly reserved for the instictual forces of sexual life."(۵)

فرائڈ کے نزدیک شخصیت کے تین بنیادی اجزاء ہیں۔

۱۔اِڈ(Idd)

۲۔ایگو(Ego)

۳۔سپر ایگو(Super Ego)

اِڈ(Idd):

انسانی شخصیت کا وہ حصہ جو قوت کا سر چشمہ ہے۔یہ وہ منہ زور حیوانی خواہشات ہیں جو ہر طرح کی اخلاقی ،مذہبی یا معاشرتی پابندی کی پرواہ کیے بغیر اپنی تسکین چاہتی ہیں۔

ایگو(Ego):

ایگو(Ego)،اِڈ(Idd)سے برتر نفسی قوت ہے جو نفس کی جبلی ضروریات اور خارجی ماحول میں تمیز کرتی ہے۔

سپر ایگو(Super Ego):

یہ شخصیت کا وہ پہلو ہے جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے اخلاقی ہے اور مذہب یا معاشرے کی اقدار کو پیش نظر رکھتا ہے۔اس کے اندر ترفع پایا جاتا ہے۔

انسان کی جبلت اور خارج کے رویّے بیشتر مواقع پر آپس میں ٹکراتے ہیں۔جو رکاوٹ نفسی کوائف کو شعور تک آنے سے روکتی ہے، فرائڈ اُسے ابطان(Repression) کہتا ہے۔در حقیقت اِڈ(Idd) کے زیر اثر اُٹھنے والی خواہشات جو خارجی ماحول سے متصادم ہوتی ہیں یا مطابقت نہیں رکھتی، ابطان(Repression) کے ذریعے دبا دی جاتی ہیں۔خارجی ماحول سے جو ناپسندیدہ خواہشات جنم لیتی ہیں اُن سے گریز تو نسبتاً آسان ہوتا ہے تاہم جو ہیجانات جبلت سے اُٹھتے ہیں اُنہیں مکمل طور پر دبا دیا جاتا ہے۔ابطان(Repression) کے باعث اُن کو شعور تک آنے سے تو روک دیا جاتا ہے لیکن یہ ہیجانات ختم نہیں کیے جا سکتے۔ابطان کا عمل مسلسل اور مستقل ہوتا ہے اور خاصی توانائی خرچ کرتا ہے۔نیند میں چوں کہ یہ عمل عارضی طور پر معطل یا سست ہو جاتا ہے اسی لیے ہم اکثر نیند لینے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

کے بعد تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ابطان(Repression) کی بناء پر بار بار دبائی جانے والی خواہشات یا تو شخصیت میں کسی تثبیت(Fixation) کو جنم دیتی ہیں یا یہ اپنا درپردہ کوئی ایسا نظام وضع کر لیتی ہیں جو شعوری نظام میں اتھل پتھل پیدا کر دیتا ہے۔یہی افراط و تفریط انسانی شخصیت میں مختلف اشکالات کو جنم دیتی ہے۔ ایسے ہی اشکالات(Complexes) کو حل کر کے انسان کو ذہنی و نفسیاتی اُلجھنوں اور بیماریوں سے نجات دینے کے لیے فرائڈ نے تحلیل نفسی(Psychoanalysis)کا نظریہ پیش کیا۔جو اس کی کلاسیکی نفسیات کی بنیاد ہے۔

تحلیل نفسی کے ذریعے فرائڈ اپنے مریضوں کی ایسی بیماریوں کا کامیابی سے علاج کرتا تھا جو لاشعور میں دبی کسی ناآسودہ آرزو کا ردعمل ہوتی تھیں۔ فرائڈ نے اس عمل کے لیے اوّل اوّل عمل تنویم(Hypnotism)اور بعداً آزاد تلازمہ خیال(Free Association of Thoughts) کی تکنیک پیش کی۔ جس کے ذریعے وہ اپنے مریض یا معمول کے لاشعور تک رسائی حاصل کرتا تھا۔اس طریق کار کے تحت وہ اپنے معمول سے اُن تمام خیالات کو بغیر کسی تنقیدی معقولیت کے بیان کرنے کا کہتا تھا جو اُس کے ذہن میں آئیں خواہ وہ مریض کے نزدیک کوئی اہمیت نہ رکھتے ہوں۔ یہ خیالات آسانی سے اس نقطے تک نہیں پہنچاتے جو تمام مسائل کی اساس ہوتا ہے بلکہ ان خیالات میں اشارے اور علامات ہوتی ہیں۔ فرائڈ ان علامات کا بغور جائزہ لے کر ایک اشارے سے دوسرے اشارے تک کا سفر طے کرتے ہوئے بالآخر ان علائم کی تہہ میں چھپے اصل ہیجان یا تجربے تک رسائی حاسل کرتا تھااور اسے شعور میں لا کر اس کی تحلیل کر دیتا تھا۔ فرائڈ کے اس طریقہ کار کے حیرت انگیز نتائج برآمد ہوئے۔

فرائڈ کے لاشعور سے متعلق نظریات میں آگے چل کر اس کے ایک شاگرد ژونگ(Jung)نے مزید اضافے کی اور بعض مقامات پر فرائڈ سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے نظریات پیش کیے۔ فرائڈ کے نظریات کے مطابق انسان کی لاشعور میں دبی خواہشات اس کی شخصیت کے ارتقاء اور نشو و نما میں کلیدی اور اساسی کردار ادا کرتی ہیں۔ یہی لاشعوری خیالات شخصیت کے خدوخال مرتب کرتے ہیں۔ ژونگ نے یہاں فرائڈ کے انفرادی لاشعور ہی کو شخصیت کے ارتقاء اور نشو و نما کا باعث سمجھنے سے انکار کیا ہے اور انفرادی لاشعور کے مقابلے میں اجتماعی لاشعور کا نظریہ پیش کیا۔ ژونگ کے مطابق لاشعور انفرادی اور اجتماعی دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ صرف ناآسودہ خواہشات اور جنسی میلانات ہی شخصیت کی تشکیل نہیں کرتے بلکہ سابقہ نسلوں کے تجربات اور تہذیبی و ثقافتی روایات اور اساطیر بھی انسان کی شخصیت میں کے ارتقاء میں برابر کا حصہ بنتے ہیں۔ جس طرح انسان کا جسمانی ڈھانچہ نسل در نسل منتقل ہوتا رہتا ہے، اسی طرح لاشعوری سانچے یا(Archetypes) بھی نسل در نسل ہمارے لاشعور میں منتقل ہوتے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

ہیں۔خواب میں یا ادبی فن پاروں میں موجود علامات کا تعلق انسان کے اجتماعی تجربات سے ہوتا ہے۔جو موروثی طور پر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ان اساطیر و روایات پر مشتمل سانچوں کو وہ(Archetypes) قرار دیتا ہے۔فرائڈ کے انفرادی لاشعور کے مقابل وہ اپنا اجتماعی لاشعور کا نظریہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"The personal unconscious consists of the most part of complexes.The cocept of collective unconsious is made of essntially of archetypes." (۶)

ژونگ نے فرائڈ کے تصور لبیڈو(Libido)پر بھی اعتراض کیا ہے کہ یہ صرف جنسی قوت پر ہی مشتمل نہیں بلکہ اخلاقیات اور مذہبی وظائف بھی اس کی تشکیل میں حصہ دار ہوتے ہیں۔ وہ فرائڈ کے تصور لبیڈو (Libido)سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

" It would be a fundamental error to say that its driving force is a sexual one." (۷)

فرائڈ اور ژونگ کے بعد ہمیں علم نفسیات میں جو بڑا نام نظر آتا ہے وہ الفریڈ ایڈلر کا ہے۔فرائڈ اور ژونگ کے نظریات اپنی نزاعی حیثیت کے باوجود جس عالمگیر مقبولیت کے حامل ہیں اگرچہ وہ ہمیں ایڈلر کے ہاں نظر نہیں آتی تاہم ایڈلر نے نفسیات میں اپنے احساس کمتری اور احساس برتری کے نظریات سے ایک نیا رُخ اُجاگر کرنے کی کوشش کی۔ایڈلر کی انفرادی نفسیات کی توضیح کرتے ہوئے لوئس وے لکھتا ہے:۔

"ایڈلر نے اپنی سائنس کے لیے انفرادی نفسیات کے نام کا اس اہم اور اساسی حقیقت پر زور دینے کیلیے انتخاب کیا کہ ہر شخص اپنی شخصیت میں یکتا و منفرد ہے۔اور اس حقیقت کو ملحوظ رکھے بغیر فرد کی تفہیم ممکن نہیں۔چناں چہ اس کی تمام حرکات و افعال کے باہمی روابط سے جنم لینے والی تصویر سے فرد کی شخصیت کی اساس بنتی ہے۔اس لیے کسی فرد کو اس کی کلی حیثیت ہی میں سمجھا جاسکتا ہے۔" (۸)

ایڈلر کی انفرادی نفسیات کی بنیاد احساس کمتری اور احساس برتری کے نظریات پر ہے۔یہ نظریہ اتنا مقبول ہو چکا ہے کہ عام آدمی بھی اپنی گفتگو میں یوں احساس کمتری اور احساس برتری کے الفاظ استعمال کرتا ہے گویا وہ ایڈلر کی انفرادی نفسیات کا ماہر ہو۔۱۹۰۷ء میں ایڈلر کی منصہ شہود پر آنے والی مشہور تصنیف:

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

"Study of Organic Inferiority and it's psychological compensation" میں اس نے اعضاء کی خامیوں اور اُن سے جنم لینے والے نفسی رد عمل پر تفصیلی بحث کی۔ مختصر الفاظ میں احساس کمتری سے مراد وہ احساسات ہیں جو عضوی کمزوریوں اور خامیوں کے حقیقی یا مفروضہ احساس سے جنم لیتے ہیں۔ایڈلر نے اس مفروضے پر اپنے نظریہ کی بنیاد استوار کی ہے کہ " انسان ہونے کا مطلب ہی خود کو کمتر محسوس کرنا ہے۔" ایڈلر کے مطابق بچپن میں ہی عضوی کمزوریوں اور خامیوں کا احساس، احساسِ کمتری اور عدم تحفظ کے احساس کو جنم دیتا ہے۔ اگرچہ اعضاء اوران کی خرابیاں یا کمزوریاں حقیقی ہوتی ہیں لیکن اُنہیں کتنی اہمیت دی جاتی ہے یہ مکمل طور پر داخلی مسئلہ ہوتا ہے۔ اس احساسِ کمتری کو ختم کرنے کے لیے فرد خود میں ایسی صفات پیدا کرنے اور اُبھارنے کی کوشش کرتا ہے جو عضوی کمزوریوں کے احساس کو کم کر کے دوسروں کی نظر میں اس کی عزت وو قار کو بڑھا سکتی ہیں۔ گویا احساسِ کمتری کو احساسِ برتری سے ختم کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔اس حوالہ سے ایڈلر مقصدِ حیات کی نفسیاتی اہمیت کو اُجاگر کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:۔

"تمام نفسی وقوعات کے لیے یہ کلیہ لازم ہے۔ کسی منزلِ مقصود کے بغیر ہم سوچنے، محسوس کرنے، ارادہ رکھنے اور عمل پیرا ہونے کی صلاحیتوں سے محروم ہوتے ہیں۔"(۹)

ایڈلر کے مطابق خواہ فرد کو اس کا شعوری احساس نہ ہو لیکن مقصدِ حیات کی نفسی اساس، عضوی خامیوں سے جنم لینے والے احساسِ کمتری میں تلاش کی جا سکتی ہے۔ اس نقطہء نظر سے اس نے ادب اور فنونِ لطیفہ کے شعبوں سے بہت سی مثالیں پیش کی ہیں۔ لیکن اس کے مطابق صرف عضوی خامیاں ہی کسی کو عظیم فن کار نہیں بناتی لیکن یہ ارتکازِ توجہ کے مخصوص انداز وضع کرنے میں بنیادی اور کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ ایڈلر نے اس کے لیے مختلف مغربی فن کاروں کی بات کی ہے لیکن ہم اس نظریے کو اپنے مقامی فن کاروں پہ پرکھ کر اس کی حقیقت کو سمجھ سکتے ہیں۔ ڈاکٹر سلیم اختر نے اس ضمن میں ہمارے دو ادیبوں کی مثال پیش کی ہے۔(۱۰)"صحرا نورد کے خطوط" اور "صحرا نورد کے رُومان" کے مصنف میرزا ادیب بچپن میں ایک حادثے کے باعث پائوں کی خرابی کا شکار ہیں جس کی بناء پر وہ قدرے لنگڑا کر چلتے ہیں۔ پائوں کی اس خرابی نے اُن میں جس نفسی احساس کو پیدا کیا اُس سے چھٹکارا پانے کے لیے اُنہوں نے صحرا نورد کا ایسا کردار تخلیق کیا جو زندگی میں سفر اور تحرک کی علامت ہے۔ اسی طرح عبد العزیز خالد ہمارے ایک ایسے شاعر ہیں جن کی مشکل پسندی مشہور ہے۔ اُردو، فارسی، عربی اور سنسکرت کے علاوہ وہ عبرانی زبان کے مانوس ونامانوس الفاظ کو بھی اپنے کلام میں بے تکلفی سے استعمال کرتے ہیں۔ عبد العزیز خالد زبان میں لکنت

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

کا شکار ہیں اور اتنا کہ جب تک اُن کی گفتگو کو غور سے نہ سنا جائے سمجھ میں نہیں آتی۔ ایڈلر کی انفرادی نفسیات کے مطابق زبان کی لکنت سے جنم لینے والے احساسِ کمتری کو مات دینے کے لیے اُنھوں نے اپنے کلام میں مشکل پسندی کو اختیار کیا ہے۔ گو ایڈلر کے مخالفین اس کے احساسِ کمتری کے نظریے پر بھرپور اعتراضات کرتے ہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ اس میں مکمل طور پر نہ سہی پر جزوی صداقت ضرور موجود ہے۔

فرائڈ، ژونگ اور ایڈلر کے ان نفسیاتی نظریات نے زندگی کے باقی پہلوئوں کے علاوہ ادب کو براہِ راست متاثر کیا۔ فرائڈ نے ادب سے متعلق اپنے تنقیدی نظریات پیش کر کے نہ صرف خود بھی ادب میں نفسیات کے مطالعے کو شامل کیا بلکہ عالمی ادب پر اس کے نفسیاتی نظریات نے بھی اپنے اثرات ثبت کیے جو ایک ادبی تحریک کا محرک بنے۔ چناں چہ جن مغربی ادیبوں نے نفسیات کو اپنے فن پاروں کا موضوع بنایا اُن میں ڈی ایچ لارنس، بادلئیر، جیمز جوائس، ورجینا وولف، مارسل پروست، ایملی زولا اور کافکا وغیرہ جیسے نام سامنے آتے ہیں۔ مغربی ادب میں اُٹھنے والی اس تحریک کی لہریں بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں اُردو ادب تک پہنچتی ہیں اور یہ لہریں پھر وقتاً فوقتاً اُردو ادب میں مختلف تحریکوں کو مہمیز کرنے اور اُن کے زیرِ اثر تخلیق پانے والے ادب کو بھرپور مواد مہیا کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ فرائڈین مکتبہء فکر نے ادب کو فکری اور فنی دونوں پہلوئوں سے بھرپور متاثر کیا اور ان دونوں پہلوئوں پر گہرے نقوش ثبت کیے۔ ادب کی تمام اصناف میں جہاں نئے مضامین میں جنس بنیادی حوالہ کے طور پر جگہ پانے لگی وہاں فرائڈین نفسیات کے زیرِ اثر شعور کی رو، آزاد تلازمہء خیال، فلیش بیک، داخلی خود کلامی اور علامت نگاری کی تکنیکیں ادب کی مختلف اصناف میں روایتی سانچوں کی بجائے اختیار کی جانے لگیں۔

اُردو ادب میں فرائڈین نفسیات کے اثرات سب سے پہلے نظم کی صنف میں بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ظہور پزیر ہوئے۔ ڈاکٹر شفیق انجم کے مطابق:

> "اُردو ادب میں جدید نفسیات سے استفادے کا آغاز ۱۹۳۰ء میں آزاد نظم کے تجربوں سے ہوا۔"(۱۱)

اُردو نظم میں ہئیت کے ان تجربات میں میرا جی اور ن۔ م راشد کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ میرا جی خاص طور پر اُردو ادب میں اُن اوّلین نظم نگاروں میں سے ہیں جنہوں نے جنس کو بنیادی حوالہ کے طور پر اپنی نظموں میں شامل کیا ہے اور جدید نفسیات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی نظموں کی بُنت میں آزاد تلازمہء خیال، شعور کی رو، اور علامت نگاری جیسی نفسیاتی تکنیکوں کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ ڈاکٹر وحید قریشی لکھتے ہیں:

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

"میراجی غالباً پہلے آدمی ہیں کہ آزاد تلازمہ ءخیال کی مدد سے شاعری کی۔ اُنہوں نے تنقید میں بھی نفسیات کے مطالعے سے بہت کام لیا۔" (۱۲)

اُردو ادب میں جب بھی انوکھے اور عام ڈگر سے ہٹ کر چلنے والے شاعروں کا تذکرہ ہوتا ہے تو میراجی کے نام کی بازگشت بے اختیار ذہن میں گونجنے لگتی ہے۔ میراجی کی شخصیت ہمیشہ اُن کے فن کے مقابلے میں زیادہ موضوع بحث رہی ہے۔ عجیب وضع وحلیے کے حامل میراجی روایت شکن تو تھے ہی لیکن جدید نظم نگاری کو پوری آب و تاب کے ساتھ ایک بھرپور ذریعہ ءاظہار کے طور پر برت کر روایت شکن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک روایت ساز فن کار کے طور پر بھی اپنے آپ کو منوا گئے۔

میراجی کا اصل نام محمد ثناء اللہ ڈار تھا اور ان کے آباؤ اجداد کا تعلق کشمیر سے تھا۔ وہ ۲۵ مئی ۱۹۱۲ء کو محلہ بلوچاں مزنگ، لاہور میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد منشی محمد دین ریلوے میں اسسٹنٹ انجینئر تھے۔ میراجی کی رسمی تعلیم محدود تھی۔ وہ میٹرک بھی پاس نہ کر سکے لیکن اُن کا وسیع مطالعہ، مغربی ادب پر گہری نظر اور اعلیٰ ادبی ذوق کا اندازہ مشرق و مغرب کی شاعری کے حوالہ سے اُن کے تنقیدی مضامین سے لگایا جا سکتا ہے۔ ایک بنگالی لڑکی میرا سین کی محبت میں اپنا نام ثناء اللہ ڈار سے میراجی رکھ لیا۔ اپنی وضع بھی بدل کر عجیب ہئیت اختیار کرتے ہوئے ہندوستان کی قدیم تہذیب سے اپنا رشتہ جوڑ لیا جس کا اظہار اُن کے گیتوں میں ہوتا ہے۔ میراجی نے کم سنی میں ہی اپنے قلم کے جوہر دکھانا شروع کیے۔ اُن کے اس ذوق کی نشوونما اور مغربی ادب کے گہرے مطالعے کو مہمیز، مولانا صلاح الدین کی زیرِ ادارت شائع ہونے والے معروف مجلّے "ادبی دنیا" نے فراہم کی۔ اس مجلّے کے لیے اُنہوں نے نظموں کے علاوہ بین الاقوامی ادب کے تراجم اور مختلف قومی اور بین الاقوامی شاعروں کے فن کا نفسیاتی جائزہ بھی پیش کیا۔ میراجی کے انتقال کے بعد اُن کے تراجم کا مجموعہ "مشرق و مغرب کے نغمے" کے نام سے ۱۹۵۸ء میں شائع ہوا۔ ادبی دنیا میں مختلف نظموں پر اُن کے تجزیوں کو جمع کر کے "اس نظم میں" کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ میراجی آل انڈیا ریڈیو سے بھی وابستہ رہے۔ اسی دوران اُنہوں نے شاہد احمد دہلوی کے رسالے "ساقی" کے لیے "باتیں" کے عنوان سے ماہنامہ کالم لکھنے کا سلسلہ بھی شروع کیا۔

ساقی بک ڈپو کے تحت اُن کے مجموعے "میراجی کی نظمیں" اور "گیت ہی گیت" ۱۹۴۴ء میں دہلی سے شائع ہوئے۔ دہلی سے میراجی بمبئی آ گئے۔ ۱۹۴۸ء میں اُنہوں نے ماہنامہ "خیال" جاری کیا جو زیادہ عرصہ تک نہ چل سکا۔ ۳ نومبر ۱۹۴۹ء کو صحت کی ابتری کے باعث بمبئی کے ایک ہسپتال میں میراجی کا انتقال ہو گیا۔ میراجی کا تمام

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

کلام اُن کی زندگی میں کتابی صورت میں شائع نہ ہو سکا۔ میرا جی کا کلیات ڈاکٹر جمیل جالبی نے مرتب کیا۔

میرا جی کی شخصیت پر بہت سے لوگوں نے بہت کچھ لکھا اُن کی جنسی بے راہروی اور شخصی کجیوں نے اُنہیں ہمیشہ موضوع بحث رکھا۔ بہت سے لوگوں نے میرا جی کے خاکے بھی لکھے لیکن اُن کے فن سے زیادہ اُن کی شخصیت ہی بیشتر نقادوں کے پیشِ نظر رہی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:۔

> " ان واقعات نے ایک طرف میرا جی کو افسانہ بنا دیا اور دوسری طرف شاعری کی طرف سے توجہ ہٹا کر اُس کا رُخ اُن کی ذات کی طرف کر دیا حالاں کہ ضرورت اس بات کی تھی کہ میرا جی کی تخلیق سے میرا جی کی طرف سفر کیا جاتا اور پھر اسی کے ساتھ فوراً سفر واپسی یعنی میرا جی سے پھر تخلیق کی طرف۔ یہاں عمل اُلٹا ہوا۔" (۱۳)

میرا جی مغربی ادب کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے۔ اسی بناء پر مغربی ادب کی نفسیاتی تحریک سے متاثر ہونے والے اوّلین شاعروں میں شامل کیے جاتے ہیں۔ خود اُن کی اُفتادِ طبع بھی اس تحریک کے اثرات قبول کرنے کے لیے حد درجہ موزوں تھی۔ چناں چہ میرا جی نے باقاعدہ طور پر فرائڈین نفسیات کو اُردو ادب میں سمونے کی بنیاد ڈالی ۔ میرا جی اُس دور کے تقاضوں سے پوری طرح واقف تھے۔ اس لیے ایک مقام پر خود لکھتے ہیں:۔

> " موجودہ صدی کی بین الاقوامی کشمکش (سیاسی، سماجی اور اقتصادی) نے جو انتشار نوجوانوں میں پیدا کر دیا ہے وہ بالخصوص میرا مرکزِ نظر رہا اور آگے چل کر جدید نفسیات نے اس تمام پریشاں خیالی کو جنسی رنگ دے دیا۔ مطالعے کے لحاظ سے اس زمانے میں نہ صرف مضربی ادبیات نے میری راہنمائی کی بلکہ مضربی تفکرات اور سائنس نے بھی اپنا اپنا اثر کیا۔" (۱۴)

ایک اور مقام پر میرا جی جدید نفسیات کے اثرات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "ظاہر ہے کہ جس نظریے نے نفسیاتی اور طبی علوم پر ایک انقلابی اثر کیا وہ ادب اور آرٹ پر اثر کیے بغیر کیوں کر نہ رہتا۔" (۱۵)

میرا جی نے جدید نفسیاتی نظریات کو اپنی شاعری میں شعوری طور پر جگہ دی جس کے لیے اُنہوں نے شاعری کے روایتی سانچوں سے ہٹ کر نظمیں کہیں۔ اپنی نظموں میں میرا جی نے جنس کو بنیادی حوالہ کے طور پر موضوع بنایا اور فرائڈ کے تصورِ لبیڈو (Libido) کو ہی زندگی کی محرک قوّت تسلیم کیا اور زندگی کے دیگر افعال کے ساتھ ساتھ خاص طور پر جذبہء محبت کا محرک جنس کو قرار دیا۔ چناں چہ اُن کی شاعری میں جنسی میلان و محرکات کی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

کثرت نظر آتی ہے۔ وہ افلاطونی محبت پر بالکل یقین نہیں رکھتے تھے۔ اُن کے بقول:۔

"بالکل غیر مرئی مفہوم کو ذہن انسانی اپنی گرفت میں لینے سے قاصر ہے۔ اسے ایک روحانی بات سمجھانے کے لیے بھی جسمانی استعارے کی ضرورت ہے لیکن آج بیسویں صدی ہے جس کو قدامت پسند خواہ مادیت کا زمانہ کہہ کر حقارت کی نظر سے دیکھیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جذبہء محبت کی بنیاد جنسی تحریکات پر ہے۔" (۱۶)

چناں چہ جنسی رُجحانات کے یہ مرقعے اُن کی نظموں میں کثرت سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اُن کی نظم "ترغیب" سے ایک اقتباس پیش ہے:

رسیلے جرائم کی خوشبو
مرے ذہن میں آرہی ہے
رسیلے جرائم کی خوشبو
مجھے حدِادراک سے دور لے جا رہی ہے
نگاہوں میں ہے میرے نشّے کی اُلجھن
کہ چھایا ہے ترغیب کا پیرہن آج ہر اک حسیں پر
رسیلے جرائم کی خوشبو مجھے آج للچا رہی ہے
قوانینِ اخلاق کے سارے بندھن شکستہ نظر آرہے ہیں
حسیں اور ممنوع جھرمٹ مرے دل کو بہلا رہے ہیں (۱۷)

فرائڈ کی طرح میراجی بھی جنس کو ہر فعلِ انسانی کا محرک جذبہ سمجھتے تھے۔ جنس کا کھُلا اظہار جس طرح اخلاقیات اور مذہبی اقدار کے منافی خیال کیا جاتا ہے، میراجی اس کو بالکل تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ وہ ان اقدار کو جنس جیسی نعمت کے گرد جمع ہو جانے والی آلودگی قرار دیتے ہیں۔

"جنسی فعل اور اس کے متعلقات کو میں قدرت کی بڑی نعمت اور زندگی کی سب سے بڑی راحت و برکت سمجھتا ہوں اور جنس کے گرد جو آلودگی تہذیب و تمدن نے جمع کر رکھی ہے، وہ مجھے ناگوار گزرتی ہے۔ اس لیے ردِ عمل کے طور پر دنیا کی ہر بات کو جنس کے اُس تصور کے آئینے میں دیکھتا ہوں جو فطرت کے عین مطابق ہے اور۔۔۔ جو میرا آدرش ہے۔" (۱۸)

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

میر آجی نے موضوعی و فکری اثرات کے علاوہ نفسیات کی تحریک سے فنی اثرات بھی کھلے دل سے قبول کیے۔ چناں چہ جہاں ہمیں اُن کی نظمیں روایت کے سانچوں سے ہٹ کر نظر آتی ہیں وہاں اُنہوں نے جدید نفسیاتی تکنیکوں کو بھی پورے اہتمام کے ساتھ اپنی شاعری میں برتا ہے۔ اُنہوں نے اکثر نظموں کے تانے بانے خیال کے آزاد تلازموں، شعور کی رو، اور داخلی خود کلامی کی تکنیکوں سے بُنے ہیں۔

"سمندر کا بلاوہ" سے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

یہ صحرا ہے --- پھیلا ہوا خشک، بے برگ صحرا
بگولے یہاں تند خُو بھوتوں کا عکسِ مجسم بنے ہیں
مگر میں تو دُور --- ایک پیڑوں کے جھرمٹ پہ اپنی نگاہیں جمائے ہوئے ہوں
نہ ان کوئی صحرا، نہ پربت، نہ کوئی گلستاں
اب آنکھوں میں جنبش نہ چہرے پہ کوئی تبسم نہ تیوری
فقط اک انوکھی صدا آ رہی ہے کہ تم کو بلاتے بلاتے مرے دل پہ گہری تھکن چھا رہی ہے [۱۹]

میر آجی نے خاص طور پر علامات اور استعارات کے استعمال سے اپنی نظموں میں لاشعوری اُلجھنوں کو اظہار بخشا ہے۔ اُن کی نظموں میں علامات کے اس استعمال نے ایک ابہام تو ضرور پیدا کر دیا ہے لیکن وہ علامات کو خیال کی سب سے بے ساختہ صورت قرار دیتے ہیں۔

> "تجزیہء نفس نے ہمیں بتایا ہے کہ علامات و اشارات خیال کی سب سے بڑھ کر بے ساختہ اور آپ رُوپی صورت ہے۔ دن اور رات کے (نیند اور بیداری کے) خوابوں میں علامت، اشارات اور استعارے کی زبان ایک ایسا بے ساختہ اظہار ہے جو احساسات پر کسی قسم کے بندھن نہیں ڈالتا۔ اس لحاظ سے گویا اشاراتی شاعری اظہار کا ایک ایسا فطری طریقہ ہے جو ہماری ہستی کی گہرائیوں سے اُمڈ کر نمودار ہوتا ہے۔" [۲۰]

میر اجی کے ہاں ہمیں فرائڈ کے تصورِ لبیڈو (Libido) اور انفرادی لاشعور کے ساتھ ساتھ ژونگ (Jung) کے اجتماعی لاشعور کے نظریات بھی بہت واضح دکھائی دیتے ہیں۔ میر آجی کی شاعری میں لاشعوری اُلجھنوں کے اظہار کے ساتھ ساتھ اُس قدیم دیو مالائی ہندوستانی تہذیب کے آثار بھی اجتماعی لاشعور یا جینیاتی حافظے (Genetic Memory) کے طور پر واضح دیکھے جا سکتے ہیں۔ اُن کی نظموں میں اکثر علامات اُن کے اسی تہذیبی

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

ورثے کے اظہار کی ایک صورت ہیں۔خود جنس سے متعلق اُن کی شاعری بھی در حقیقت ہندوستان کے قدیم ویشنو مت ہی کا ایک روپ ہے۔جس میں آزاد جنسی عمل کوئی قابلِ نفرت یا حقیر شے نہیں بلکہ عین مذہبی وظیفہ ہے۔ میراجی کی یہ اُفتادِ طبع اُن کے پیدائشی عقیدے سے متصادم تھی اس لیے اُنہوں نے ہندوستان کی قدیم تہذیب سے اپنا تعلق اُستوار کر کے اپنے نفسی کوائف کی تسکین کا سامان بہم کیا۔اس قدیم تہذیب سے وابستگی اور اس اجتماعی لاشعور کے ورثے کا میراجی کو بھرپور احساس تھا۔جس کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں:۔

" میرے آباؤ اجداد آریہ نسل کے انسان تھے۔وہ آریہ جو وسطِ ایشیا سے چل کر جب جنوب کی طرف روانہ ہوئے تو اُن کا سفر کہیں رُکنے ہی میں نہ آتا تھا۔اُنہی کی ذہانت، اُنہی کا حافظہ، اُنہی کی طبیعت نسل در نسل مجھ تک پہنچی ہے۔" (۲۱)

اس قدیم تہذیبی ورثے اور اجتماعی لاشعور کی جھلک میراجی کے گیتوں میں زیادہ اُبھر کر سامنے آتی ہے۔اس طرح میراجی نے جہاں جدید نفسیات سے بھرپور استفادہ کر کے اپنی شاعری میں ان نظریات کے ذریعے اپنی باطنی کیفیات کو علائم و رموز سے اظہار بخشا، وہاں ہندوستان کی قدیم روایت و تہذیب سے اپنا ناتا جوڑے رکھا ہے۔میراجی کی شاعری میں نادیدہ اور دور اُفتادہ جزیروں کی طرف پرواز تو ضرور ملتی ہے لیکن اس عمل میں کسی لمحہ اُن کے پاؤں اپنی زمیں سے سرکنے نہیں پاتے۔قدرت اللہ شہاب لکھتے ہیں:۔

"اگر خلشِ دروں اور ابہام کو عقیدے کا مقام دینے میں کوئی اعتراض نہ ہو تو میراجی اس مسلک کا بے حد سچا اور پہنچا ہوا مومن ہے۔وہ کسی جگہ بھی اُلجھنوں میں گم نہیں ہوتا بلکہ ہر جگہ خود اُلجھنیں اس میں گم ہیں۔" (۲۲)

اپنی تمام تر بوالعجبیوں، شخصی کجیوں اور متنازع شخصیت و فن کے باوجود میراجی نے اپنے تجربے اور اظہار سے اُردو ادب میں ایک نئی جہت آشکار کی ہے۔اُن کی ذات خواہ کیسی ہی کجیوں اور اُلجھنوں کا مجموعہ رہی ہو لیکن اُنہوں نے خود ملامت سہہ کر اُردو نظم میں اپنے تجربات سے جو نئی راہ دکھائی ہے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے کبھی پہاڑوں میں برف کے بیچ راستہ بنایا ہو۔میراجی کی اُلجھنوں نے اُن کے فن کو وہ کمال عطا کیا کہ سارے جہان کی ملامتیں سہہ کر بھی اُن کی باغیانہ فکر و توانائی میں کوئی کمی نہ آئی۔

حوالہ جات

۱۔ انور سدید، ڈاکٹر، "اُردو ادب کی تحریکیں" انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی، ۱۹۹۹ء ص ۲۷

۲۔ چوہدری عبد القادر، ڈاکٹر، "فرائیڈ اور اس کی تعلیمات" مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص:۵

۳۔ ایضاً...، ص:۴۵

۴۔ ایضاً...، ص:۴۶

5- Freud, Singmund, "The Complete Introductory Lectures on Psychoanalysis", Geurge Allen and Unwin Ltd, London, 1971, P: 413

6- Jung, C.G, "The Archetypes and Collective Unconscious", Kegan Paul Ltd., London 1980, P:42

7- Jung, C.G, "Freud and Psychoanalysis", Kegan Paul Ltd., London, 1981, P:126

۸۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، نفسیاتی تنقید، مجلس ترقی ادب لاہور، ۲۰۰۷ء، ص:۲۱۱-۲۱۲

۹۔ ایضاً...، ص:۲۱۴-۲۱۳

۱۰۔ ایضاً...، ص:۲۱۵

۱۱۔ شفیق انجم، ڈاکٹر، "اردو افسانہ" پورب اکادمی اسلام آباد، ۲۰۰۸ء، ص:۱۲۷

۱۲۔ سلیم اختر، ڈاکٹر "نگاہ اور نکتے"، جدید ناشرین، لاہور، ۱۹۶۸ء، ص:۱۶

۱۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، "میرا جی-ایک مطالعہ"، سنگِ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص:۲۳

۱۴۔ کوثر مظہری، "جدید نظم: حالی سے میرا جی تک"، عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۳۷۶

۱۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "نفسیاتی تنقید" مجلس ترقی ادب لاہور، ۲۰۰۷ء، ص:۹۷

۱۶۔ کوثر مظہری، "جدید نظم: حالی سے میرا جی تک"، عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۳۷۸

۱۷۔ آصف فرخی، "انتخاب کلام-میرا جی"، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، ۲۰۰۸ء، ص:۴۶

۱۸۔ کوثر مظہری، "جدید نظم: حالی سے میرا جی تک"، عرشیہ پبلی کیشنز، دہلی، ۲۰۱۳ء، ص:۳۸۰

۱۹۔ آصف فرخی، ''انتخاب کلام-میراجی''، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس کراچی، ۲۰۰۸ء، ص:۳۴

۲۰۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، ''نفسیاتی تنقید'' مجلس ترقی ادب لاہور، ۲۰۰۷ء، ص:۹۷

۲۱۔ میراجیؔ، ''اپنی نظموں کے بارے میں'' مشمولہ ''میراجیؔ-ایک مطالعہ''، مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص:۴۷۵

۲۲۔ بحوالہ ''نقوش'' لاہور، شمارہ ۲۷-۲۸، دسمبر ۱۹۵۶ء، ص:۱۲۵